ڈاکٹر حمید قمر

شعبۂ اردو

وفاقی اُردو یونیورسٹی، اسلام آباد

مابعد نوآبادیاتی ادب کا دائرہ کار

Post colonical study is concerned with issues which are needed to be discussed, and emphasises the fact that we can only investigate the issues of the present by dealing with them from the critical standpoint of the past. It is a known fact that the people of post colonial societies are still subject in one way or another to overt or subtle forms of new-colonical domination, and independence has not changed this problem, which testify to the fact that post colonialism is a continuing process of resistance and reconstruction. Post colonial study of Urdu literature involves discussion about experience of various kinds, and responses to the master discourses of imperial Europe. None of these is essentially post colonial, but together they form the complex fabric of the field. And this study examines the circumfrence of post colonial studies.

گزشتہ برسوں میں نوآبادیاتی فکر کے حوالے سے مشرق و مغرب کی مختلف زبانوں میں اپنی ادبی تاریخ پر نظرِ ثانی کرنے اور ادب کو تہذیبی و ثقافتی مطالعے کے طور پر دیکھنے کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے اس کے نتیجے میں تہذیبی سیاق میں ادبی معیارات کے محرکات کا تجزیہ ایک خاص اہمیت کا حامل ہو گیا ہے، جس میں مصنف کے بجائے قاری اور متن کے بجائے تناظر زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اس طرح پوری تہذیب اور معاشرے کا احاطہ کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔

مابعد نوآبادیاتی ادبی تنقید ایک ایسا مابعد جدید فکری مباحثہ ہے جو سامراجیت کی تہذیبی باقیات کے تجزیے، مزاحمت اور ردِعمل کا احاطہ کرتا ہے۔ اس تنقید کی بنیاد اس خیال پر ہے کہ مغربی طرزِ فکر کے غلبے کو غیر مستحکم کر کے ان طبقات کو آزادیِ اظہار فراہم کی جائے جنہیں نوآبادیاتی دور میں سنا ہی نہیں گیا۔ ساٹھ کی دہائی میں فرانز فینن کی تصنیف ''افتادگانِ خاک'' نے اس امر کی جانب توجہ مبذول کروائی کہ تیسری دنیا کے ممالک بالخصوص وہ جو مغربی استعمار کے زیرِ تسلط رہے، ان میں مغرب کی ذہنی مرعوبیت کے باعث خود اپنی تاریخ کا مطالعہ مدافعتی نوعیت کا رہا۔ بعدازاں ایڈورڈ سعید کی تصانیف ''شرق شناسی'' اور ''ثقافت اور سامراج'' میں اس تنقید کو زیادہ مربوط انداز میں پیش کیا گیا۔ ایڈورڈ سعید نے فوکو کے نظریات سے استفادہ کرتے ہوئے واضح کیا کہ محکوم قوم کے افکار اور اظہار کے وسائل غالب قوم کے زیرِ اثر تبدیل یا مسخ ہو جاتے ہیں۔ اس فکری مغلوبیت سے یہ اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ فاتح قوم کا منشا کس طرح مفتوح قوم کے بیانیے میں شامل ہو جاتا ہے۔

''پیروی مغرب کے صرف ایک معنی ہو سکتے ہیں اور وہ یہ کہ ہم مغرب کا طرزِ احساس قبول کر لیں لیکن ہم

نے تھوڑی دیر کے لیے رک کر یہ نہیں سوچا کہ ہمارا طرزِ احساس کیا تھا اور اس میں کوئی تبد ~ بھی آئی کہ نہیں۔''۱(ہمارا ادبی شعور اور مسلمان)

عام طور پر مابعد نو‡ بادیت کی اصطلاح اپنے لفظی معنوں میں لی جاتی ہے یعنی سامراجی Âم کے خاتمے کے بعد کا دور۔ لیکن اس میں غلط فہمی یا ابہام کا احتمال موجود ہے کیونکہ èا یہ* رنو‡ دی بن جانے والے ممالک کئی طرح کے تہذR، سیاسی، ثقافتی اور ‡ ر [مسائل کی آماجگاہ بن جاتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں مابعد نو‡ بادیت ایک کثیر المعانی اصطلاح ہے۔ اور طاقت اور علم کے نئے رشتوں کے تناظر میں بعد نو‡ دیت کو بھی نو‡ دیت کا تسلسل ہی تصور کیا جا‡ ہے۔ کیونکہ è‡ رخ کے عمل میں وہ & افراد، ‡ یں، ادارے اور سرا میاں بھی شریک ہوتی ہیں جو فرامین شاہی سے لے کر نسلی تفا% میں مبتلا کسی قوم کی سیاسی‡ بیروں کا ¶ نے Z ہیں ‡ رخ کو مقتدر اور محکوم دونوں طبقات میں سے کسی ایک کے زاویے سے پیش کر‡ گمراہ کن ہوسکتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں بعد نو‡ بادیت مطالعہ‡ رخ کا * طر i کا رنہیں، محض پرانے طر j کو معکوس زاویہ دینے سے عبارت ہے ‡ رخ کا مظہر مختلف زمانوں اور مختلف قوموں میں بیگانہ طور سے ½ رکر‡ ہے۔ مابعد نو‡ بادیت ‡ ر [عمل کے اسی بیگانہ انکشاف کو موضوع بناتی ہے۔ آسان لفظوں میں مابعد نو‡ بادیاتی مطالعہ یہ تسلیم کر‡ ہے کہ نو‡ بادیت ایک ایسا ‡ ر [عہد ہے جو محض یورپی اقوام کے ایشیائی اور افریقی عوام پر سیاسی تسلط کا دور نہیں۔ کیونکہ è ایشیا و افر i کے عوام نے استعمار سے سیاسی آزادی تو حاصل کر لی 1 ثقافتی نہیں ‡ ہم اس دور سے وہ ایک ایسے ذہنی فاصلے پر ضرور آ چکے ہیں کہ کولونیل دور کے اثرات کو معروضیت اور بے تعصبی کے ساتھ زیرِ بحث لاسکیں۔

مابعد نو‡ بادیاتی مطالعہ درحقیقت ثقافتی مطالعے کی ایک قسم ہے ‡ ہم عمومی ثقافتی مطالعے سے اس کو اس C دو پر ممیّز کیا جاسکتا ہے کہ عمومی ثقافتی مطالعے میں کسی ثقافت کے C دی عناصر اور خصوصیات متعین ہوتی ہیں۔ لیکن مابعد‡ بادیاتی مطالعہ ثقافتی بیانیے کی اہمیت کو تسلیم کرنے کے‡ وجود اس پر اکتفا نہیں کر‡ ۔ یعنی مابعد نو‡ بادیاتی مطالعہ نو‡ بادیاتی ثقافت کی تشریح نہیں تجزیہ ہے۔

ایک تنقیدی Ã یے کے طور پر، مابعد نو‡ دیت اس ادب کی ‡ ت کرتی ہے جو کسی دور میں مغربی طاقتوں کی نو‡ دی تھے۔ بعد نو‡ دیت اس ادب کی ‡ ت بھی کرتی ہے جو نو‡ دملکوں کے‡ شندوں نے تخلیق کیا اور اس ادب کی بھی جس میں نو‡ دی کے مقامی ‡ شندوں کو موضوع بنا H یا، خواہ وہ ادب مقامی ‡ نوں میں تخلیق کیا H ہو‡ کسی اور ‡ ن میں۔ علاوہ ازیں بعد نو‡ دیت کا ایک موضوع نو‡ بادیاتی Âم کے خاتمے کے بعد Ð ادی اور تہذR تشخص کے مسائل پر خصوصی توجہ بھی ہے۔

بعد نو‡ دیت اس امر پر اصرار کر کے کہ سابقہ نو‡ دیوں میں استعمار کے خلاف مزاحمت‡ پائی جاتی تھی اور اب بھی‡ پائی جاتی ہے، مغرب کے ان خیالات کا رد پیش کرتی ہے جو موروثی مفروضوں پر F تھے۔ اور سامراجی Âم کی مادی اور فکری وراثتوں پر تنقید کرتی ہے۔

بعد نو‡ دیت، کولونیل Âم کے خاتمے کے بعد سابقہ نو‡ دمعاشروں میں ایک قومی اور تہذR شنا # کی تشکیل نو‡ دکار کے ساتھ تعلق کے تناظر میں کرتی ہے، جس کے ضمن میں تین طرح کے رویے خصوصاً اہم ہیں:

۱۔ وہ رویے جن کے ذریعے محکوم عوام کا علم اور قابلیت نو‡ دکار کے عزائم کی بجا آوری کے لیے بروئے کار لا‡ H یا۔

۲۔ وہ رویے جن کے ذریعے مقامی تخلیق کاروں نے اس شنا # کا تعین اور تشہیر کی۔

۳۔ وہ رویے جن کے ذریعے نو‡ دکاروں کے تخلیق کردہ بیانیوں نے محکوم ممالک کے عوام، معاشرے اور ثقافت کا کمتر اور

پسمH ہ تصور پیش کر کے کولونیل Â م کا جواز مہیا کیا۔

موجودہ اور سابقہ نوآ . دیوں میں شنا # رِیخ اور مستقبل کے امکا ت کی یہ کشا کش نوآ . دیوں کے مراکزِ اقتدار میں اکثر وقوع پذ . یر ہوتی ہے۔اور حیرت انگیز طور پہ یہ عمل بعد نوآ . دِ تی طاقت کے ا یک اہم مظہر یعنی جامعات کی مدد سے ہو ہے۔

سابقہ نوآ . دیوں کے عوام کولونیل ورا $ کا جواب نوآ . دکاروں کی زِ . ن میں اپنی رِیخ اور رِ یت کا اظہار اپنے مقاصد کے تحت لکھ کر دیتے ہیں۔مقامی ردِ نوآ . د $ مقامی لوگوں پہ مابعد نوآ . دِ یت کے Ã یے کے فکری اِ ثرات کا مظہر ہے۔اس رویے کے تحت تخلیق کیا H سارا ادب مابعد نوآ . دِ تی ہے۔

بعد نوآ . دِ یت ،نوآ . دکاروں کے حوالے سے نوآ . دعوام کی مزاحمت اور سامراجی منصوبوں کے : وخال واضح کرتی ہے، جن میں اپنے غلبے کو جا ئز قرار دینے کے لیے ا یک سے زِ ئد حکمت عملیوں بشمول غیر مفتوحانہ بیانیے کا استعمال کیا H ۔

''. # ہم ان کوششوں کا جا ئزہ e ہیں جو تہذ R بعد پیدا کرنے کے سلسلے میں استعماری دور کا خاصہ تھیں تو ہمیں احساس ہو ہے کہ کوئی شے بھی محض اتفاقی نہیں۔اور استعماری حکومت ا• م کار جو مقصد حاصل کر چاہتی تھی وہ اس کے سوا کچھ اور نہ تھا کہ مقامی . شندہ یقین کر لے کہ استعمار اس کے # ھیروں کو کم کرنے کے لیے آ . یِ تھا۔''۲

بعد نوآ . دِ یت کا ا یک اہم موضوع مقام اور بے مقامیت کا مسئلہ ہے۔اسی تناظر میں مابعد نوآ . دِ یت سے مخصوص تشخص کا بحران جنم 8 ہے۔ذات اور معروض کے مابین ا یک مو ثر قابل شنا # تعلق کی تشکیل * . زِ فت کا مسئلہ۔مقامی شخصیت اور ثقافت کے ا یک بظاہر اعلیٰ ± اور ثقافت کے ذریعے شعوری اور لاشعوری استحصال کا مظہر ہے۔ذات کا ا یک ٹھوس اور فعال احساس ممکنہ طور پہ ہجرت کے نتیجے میں جنم e والی ذہنی بے%ی ،غلامی کے تجربے ،نقلِ مکانی * . یِ جبری مشقت کے لیے رضا کارانہ منتقلی سے پیدا ہو ہے۔یہی وجہ ہے کہ مقام اور بے مقامیت کا مسئلہ تمام بعد نوآ . دِ تی بیانیوں (Literatures) کی مشترک خصوصیت ہے،خواہ یہ بے مقامیت آ . دکاری کے ذریعے وجود میں آئی ہو . یِ جبری مداخلت کے ذریعے * . یِ پھر دونوں کا امتزاج ہو ر [اور تہذ R اختلافات سے قطع Ã مقام، بے مقامیت، شنا # اور ا 7 دکی اسطورہ کے ساتھ بڑھتا ہوا لگاؤ پورے بعد نوآ . دِ تی ادب کا خاصہ ہے۔فکری بیگانگی اور Self Image کا بحران جسے یہ ذہنی بے%ی جنم دیتی ہے،نوآ . دیوں کی پہلی ± میں خصوصاً دیکھنے میں آ ہے اور نتیجتاً ا یک متبادل شنا # کے حصول کی کوشش بھی کارفرما Ã آتی ہے۔اس فکری بیگانگی کا مشاہدہ مقام کی تشکیل کے مسئلے میں کیا جاسکتا ہے۔کیو è وہ خلا جو مقام کے تجربے اور د 7 یب زِ . ن میں اس کے بیان کے مابین وجود میں آ ہے،تمام بعد نوآ . دِ تی متون کی ا یک اہم خصوصیت ہے۔یہ خلا ان لوگوں کے لیے وجود میں آ ہے جن کی زِ . ن ا یک نئے مقام کے بیانیے کے لیے غیر معیاری معلوم ہوتی ہے * . یِ ان لوگوں کے لیے جن کی زِ . ن کو غلامی اور تہذ ÔR کے ذریعے بتدریج * . دکر دِ H * . یِ پھر ان لوگوں کے لیے جن کی زِ . ن نوآ . دکاروں کی زِ . ن کے جبری آ ذ کے نتیجے میں متروک قرار دِ پ ئی۔

بعد نوآ . د $ کے د v موضوعات میں اÐ ادی اور اجتماعی سطحوں پہ آزادی کی . وجہد، بعد نوآ . دِ تی تناظر میں مقامی تہذیبوں پہ ثقافتی تصادم وانجذاب کے اِ ثرات ،مغربی اور مقامی کرداروں کے تقابل کا بیا 6 ،اقدار کی شکست وریخت ،مہ%ت و جلاوطنی ،اور مسلمات سے انکار کا ا یک مرا ی رویہ بھی شامل ہے۔

., صغیر کی* ریخ میں ۱۸۵۷ء کے آشوب نے صرف ہماری سیاسی* ریخ کو ہی نہیں بلکہ ہمارے اجتماعی شعور اور تہذR و معاشرتی رویوں کو بھی یکسر+ ل کر رکھ دٓ یا۔ اس صورتحال کی تفہیم کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ نو* . دٓ یاتی Âم کن حکمت عملیوں کے تحت کام کر* ہے۔

''نو* . دکار اپنی شخصیت، اپنی ثقافت، اپنے علمی ورثے، اپنے سیاسی Ã* یت، اپنے فنون کے* . رے میں جو آراء پھیلا* ہے، وہ نو* . دٓ یاتی د* کے افراد کی شخصیت، ثقافت، علم اور فنون کے متعلق موجود آراء سے متضاد اور انہیں بے دخل کرنے والی ہوتی ہیں۔''۳

مقامی* . شندوں کے* . رے میں ای- خود ساختہ تصوران ,پ مسلط کر دٓ یا جا* ہے۔ ان کو یہ* . ور کر دٓ یا جا* ہے کہ وہ کیا ہیں۔ مقامی ثقافت کی دستاویز ی اور معاصر سطحوں کے درمیان ای- ., ڑے خلا کی موجودگی کا احساس ابھارا جا* ہے، اور اس انکشاف کو * . قاعدہ عملی شکل دی جاتی ہے۔ مقامی* . شندوں کے قدیم دستاویز ی ثقافتی فنون کے مطالعے کے لیے تعلیمی و تحقیقی ادارے قائم کیے جاتے ہیں۔ اور یہ* . $ کیا جا* ہے کہ ان تمام علوم کی عظمت کے* . وجود ان کا کوئی حقیقی رشتہ معاصر+ ہ ثقافت سے نہیں ہے، زمانہ حال میں یہ مردہ ہو چکے ہیں۔ نو* . دٓ یاتی Âم میں محکوم ممالک کی ثقافت کی تینوں سطحوں یعنی ر+ ہ ثقافت، محفوظ شدہ ثقافت اور منتخب ردٓ یت کی ثقافت کا علم حاصل کیا جا* ہے۔ اس علم کے حصول میں یورپی نو* . دکار اور یورپی اہل علم دونوں دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ نو* . دکار سامراجی Âم کا ,پ زہ ہونے کی وجہ سے عملیت پسند ہو* ہے اس لیے وہ کوئی ایسا کام نہیں کر* جسے وہ انتظامی امور ., وئے کار نہ لا سکے۔ اس کے لیے یہ & کچھ انتظامی عمل کا حصہ ہے۔ نو* . دکار مقامی* . شندوں کو ان کی علمی، سیاسی و ثقافتی* ریخ ای- مخصوص زاویے سے دکھا* ہے جس سے وہ انہیں کم* اور خود کو ., ** . $ کر سکے۔ نو* . دکار کی ., " ی* . $ ہونے کے ساتھ ہی نو* . دٓ یاتی Âم استحکام+ ز ., ہو* ہے۔ اس لیے رسمی اور غیر رسمی ہر دو طر j سے اسی ای- ایجنڈے ,پ کام کیا جا* ہے۔ فورٹ ولیم کالج، انجمن پنجاب اور علی اَ ڑھ تحری- کو اسی زمرے میں رکھا جا سکتا ہے۔ نو* . دٓ یاتی Âم کے ماتحت رویوں میں ای- صورت پیروئ مغرب کی ہے جس میں نو* . دکار کی تہذR ., " ی ہر سطح اور ہر مقام ,پ طے شدہ ہوتی ہے۔ روشن خیالی کا علمبردار یہ اَ وہ بظاہر عقل ,پ & دکھائی دیتا ہے۔ 1 ذہنی مغلو Mیں اَ فتار ہونے کے بعد فکری خود مختاری قائم رہنا ممکن نہیں ہو* ۔ نو* . دکار مقامی* . نوں کی " وتح ,پ خاصا زور دیتے ہیں۔ یہ رویہ نو* . دکار کی مخصوص کیموفلاج تکنیک کا عملی مظہر ہے۔ پھر کچھ عرصے بعد نو* . دکاروں کا انتہا پسند اَ وہ غا) آ جا* ہے جس کا نمائندہ میکالے تھا۔ اس نے مقامی* . نوں کے بجائے انگر یز ی کو فروغ دٓ یا۔

''فی الحال ہماری بہترین کوششیں ای- ایسا طبقہ معرضِ وجود میں لانے کے لیے وقف ہونی چاہیں جو ہم میں اور ان کروڑوں Kl نوں کے مابین، جن ,پ ہم حکومت کر رہے ہیں، " جمانی کا فریضہ سرا • م دے۔ یہ طبقہ ایسے افراد ,پ مشتمل ہو جو ر- و± کے لحاظ سے تو ہندوستانی ہو لیکن ذوق، ذہن، اخلاق اور فہم و فرا & کے اعتبار سے انگر یز ۔''۴

میکالے کے ن د ی- اس* پالیسی کے دو ممکنہ {نج. آمد ہونے تھے۔ ای- تو یہ کہ Âم حکومت ` نے کے لیے افرادی قوت مہیا ہوگی۔ دوسرا ایسے ہندوستانی تیار ہوں گے جو اپنی سوچ اور رویوں میں انگر یز ہوں۔ ظاہر ہے کہ اس عمل کے نتیجے میں. طانوی اقتدار کو استحکام حاصل ہوا ., صغیر میں اس اَ وہ کے نمائندہ سر سید احمد خان تھے۔

''اگر ہم اپنی اصل ترقی چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی مادری ز*.ن- کو بھول جا N ......ہماری ز*.ن یورپ کی اعلیٰ ز*.نوں میں سے انگلش*.یفرنچ ہو جائے۔''۵

حالی بھی*. وجود اپنی مشرقیت پسندی کے، شعوری اور غیر شعوری طور پر اسی ایجنڈے کے فروغ کا*. (بنے۔اس طرح ہمارے کلاQ ورثے اور تہذR روا*.یت کے خلاف مہم ہمارے اپنے ہی.. رگوں نے ` ئی، اور*. %ا ی- ایسی فضا بن گئی جس کے نتیجے میں تیار ہونے والے ہندوستانی تعلیم*.یفتہ نوجوان پیدا ہوئے جو ر- و± کے اعتبار سے ہندوستانی اور کردار کے اعتبار سے. طانوی سامراج کا نو*. ز*.یتی ماڈل تھے۔

''. طانوی سامراج نے ہندوستانیوں کے ذہن کو ایسے مغربی ر- میں رنگنے کا خواب دیکھا تھا کہ ان کی اپنی روا$ ان کے لیے بے وقعت اور*. قابل تقلید بن جائے۔''٦

المیہ یہ ہے کہ ہمارے. رگوں نے اس پر آشوب دور میں روا$ اور تجدد دونوں کے مفاہیم متعین کرنے میں عجلت سے کام لیا، اور ا ی- طرح کی مصنوعی . + $ ہماری ادبی روا$ کا حصہ بن گئی۔یعنی ہم اپنی ز+ گی میں کون سی تہذR روش اختیار کریں اس کا فیصلہ ہمارے لیے مغرب نے کیا اور انہوں نے ہی ہمارے لیے نئے ادبی معیارات متعین کیے۔ ہو*. تو یہ چاہیے تھا کہ ا ی-*. شعور قوم کی طرح ہم مفاہمت کے بجائے انتخاب کا راستہ اپناتے، اپنی . + $ کے اصول و معیارات خود وضع کرتے، اور روشن خیالی کے مفہوم کو سامراجی مقاصد اور مصلحتوں سے علاحدہ کر کے سمجھنے کی کوشش کرتے۔لیکن ہوا یہ کہ ہم نے اپنی رو*.ایت کو فراموش کرنے میں عافیت سمجھی، اور اپنے تہذR حافظے سے • ت حاصل کرنے میں لگ گئے۔اس کے نتیجے میں *.یفت و*.یفت کا تنا & یکساں ہے کہ ہمارے تہذR شعور کی بساط لپیٹ دی گئی کیو è اجتماعی حافظے سے د & کش ہونے کا مطلب اپنی*. ر [روا$ سے انقطاع ہی نہیں، اپنے Đادی شعور سے بھی علاحدگی ہے جو تہذR بکھراؤ اور تشخص کے بحران کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔تہذیبوں اور رو*.ایت کی تشکیل کا عمل ذہنی اور .*. تی عجلت کا متحمل نہیں ہوسکتا۔تہذR Oا ر کے اس دور میں ضرورت اس امر کی تھی کہ اپنی*. ریخ کے » کردہ شعور اور بصیرت کو. وئے کار لاتے ہوئے اپنی آزادانہ حیثیت میں فکری تجدد کے پورے عمل کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور پھر اپنی تہذR ضرو*.یت و حدود کے مطابق تبد~ کا راستہ اختیار کیا جائے۔یہ ا ی- .. ڑی آزمائش تھی اور ا ی- طویل و صبر آزما. وجہد کی متقاضی بھی*. ریخ کے فیصلوں نے اب یہ*. ت واضح کر دی ہے کہ آزمائش کی اس گھڑی میں K¶ ة* 6 کے علمبردار جس نتیجے پر پہنچے وہ & کے & صحیح نہیں تھے۔نہ ہی ان کی C.ی د صرف فکری اور تہذCR.ی دوں پر قائم تھی۔ذہنی تبدیلیوں کے آئندہ مراحل کی طرح K¶ ة* 6 کے اس مرحلے میں بھی ا ی- کیمو فلاج سیاسی ایجنڈا نئی فکر اور نئے علمی و ادبی تصورات اور مقاصد کا حصہ تھا۔

مقامی*. شندوں میں دوسرا رجحان مزاحمت کا ہو*. ہے، جس کے لیے نو*. دکار پہلے سے تیار ہوتے ہیں اور یہ تیاری محض طاقت کے بل بوتے پر نہیں ہوتی بلکہ دور رس { ئج حاصل کرنے کے لیے گہری تعلیمی و ثقافتی*. پالیسیاں وضع کی جاتی ہیں۔یہ اگر وہ مغربی تہذR کی ظاہری چکا چو+ سے مرعوب نہیں ہو*. ۔اس اگر وہ کے لا ئندہ اکبر الہ*. دی تھے۔مفاہمت پسندی اور مزاحمت کے ساتھ ساتھ ا ی- تیسرا نقطہ Ã بھی سامنے آ*. ہے جو بقائے*. ہمی کا ہے۔نو*. دکار اور مقامی*. شندوں کی د * میں مشترک قدریں تلاش کی جاتی ہیں۔اس لیے ا ی- اعتبار سے یہ نقطہ Ã مفاہمتی رجحان کی حقیقت پسندانہ شکل ہے۔

’’اس طبقے نے & سے بڑی غلطی یہ کی کہ اپنے اور انگریزوں کے درمیان جو & سے بڑا فرق تھا اسے منا & طر j سے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی...... دونوں تہذیبوں کا گہرا مطالعہ کیے بغیر وہ اس کوشش میں لگ گئے کہ اول تو اپنے یہاں کی ہر چیز کو مغربی معیاروں سے جانچ کر ان میں وہ خوبیاں نکالی جا N جو مغرب والوں کے نزدیک بھی خوبیاں ہوں اور اگر کھینچ تان کے بھی خوبیاں نہ نکل سکیں تو چار* چار اپنی چیز کو Q سمجھ لیا جائے۔ ایسی کوشش زند گی کے ہر شعبے میں ہوئی۔ صرف اکبر آلہ آبادی ایسا تھا جسے مسلمانوں کی پوری صورتحال کا گہرا اور سچا علم تھا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ مغرب کا مقابلہ کرنے کے لیے مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے۔‘‘ ۷

نو آبادیاتی Âم میں عوام پر ایک نئی شناخت ان کی رضامندی کے بغیر مسلط ہو جاتی ہے۔ یعنی موجودہ اور آئندہ نسلیں سماج میں اپنے مقام اور شناخت کے ضمن میں پہلے سے جاری* ر [عمل کی مرہونِ منت ہوتی ہیں۔

’’کولونیل دور کے بہت سے مہلک عطیات میں سے ایک عطیہ یہ بھی ہے کہ ہم اپنے آپ کو، اپنے ماضی کو سمجھنے اور اپنے تہذR وثقافتی ورثے، حتیٰ کہ اپنی جمالیات اور وجدان کے ضابطوں کا تعین بھی مغرب کے فراہم کردہ معیاروں کے واسطے سے کرنے لگے ہیں۔‘‘ ۸

اردو کی فکری روا$ کے ارتقاء میں غلطی یہ ہوئی کہ اپنے اختیار کردہ رجحانات کو اجتماعی زند گی کے اصل پس منظر سے علاحدہ کر کے دیکھا H۔ ہماری ادبی روا$ میں علی گڑھ سے حالی ایک پورا سلسلہ ہے ادھورے* مانوس تجربوں کو اپنی ذہنی اور معاشرتی زند گی میں سوچے سمجھے بغیر برتنے کا، سو ضرورت اپنے رخ کو ازسرِنو پڑھنے کی ہے، اور اپنے ثقافتی حافظے اور تہذR آئین کے مضمرات پر غور کرنے کی بھی، ماضی نئی شناخت میں مزاحم نہیں ہوا کرتا۔ اور اپنے اجتماعی حافظے سے محرومی کسی بھی ثقافت کی Cیدوں کو استوار نہیں رہنے دیتی۔

☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ مجموعہ محمد حسن عسکری، حسن عسکری، سنگ میل X Å، لاہور ۲۰۰۸ء، ص ۱۱۵

۲۔ افتادگانِ خاک، فرانز فینن (ترجمہ محمد پرویز، سجاد باقر رضوی) کتاب پبلشرز، لاہور ۲۰۰۹ء، ص ۱۸۵

۳۔ مشمولہ لسا* ت اور تنقید* ناصر عباس نیّر، پورب اکادمی، اسلام آباد ۲۰۰۹، ص ۲۴

۴۔ Macaulay's Minute مشمولہ میکالے اور برصغیر کا Âم تعلیم، سید n بخاری، آئنہ ادب، لاہور ۱۹۸۶، ص ۴۷

۵۔ خطوطِ سرسید احمد خان، مرتبہ مشتاق حسین، ۱۹۶۰، ص ۱۷-۱۸

۶۔ مشمولہ مابعد $ +، اطلاقی جہات، مرتبہ ناصر عباس نیّر، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور ۲۰۰۷ء، ص ۱۸۸

۷۔ مجموعہ حسن عسکری، ص ۱۱۷-۱۱۸

۸۔ مشمولہ خیال کی مسافت، شمیم حنفی، شہرزاد X Å، کراچی ۲۰۰۳ء، ص ۱۴